

ظہور خان

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اردو نادرین یونیورسٹی نوشہرہ۔

ڈاکٹر سید طاہر علی شاہ

صدر شعبہ اردو نادرین یونیورسٹی نوشہرہ۔

ترقی پسند تحریک کے شعرا کے ہاں انسان دوستی کا تصور: ایک جائزہ

Zahoor Khan

PhD Research Scholar, Department of Urdu, Northern University, Noshehra.

Dr. Syed Tahir Ali Shah

Chairperson Department of Urdu, Northern University, Noshehra.

The Concept of Humanism in the Poetry of the Progressive Writers' Movement: A Critical Study

The Progressive Writers' Movement in Urdu literature established humanity, society, and social justice as the foundation of its intellectual and literary vision. The poets associated with this movement portrayed human beings as dignified individuals beyond the boundaries of religion, race, color, and class, while raising a powerful voice against oppression, exploitation, imperialism, dictatorship, and social inequality. This article presents a critical study of the concept of humanism in the poetry of prominent Progressive poets, particularly Firaq Gorakhpuri, Ali Sardar Jafri, Faiz Ahmed Faiz, Ahmad Nadeem Qasmi, and Habib Jalib. The study demonstrates that, for these poets, humanism was not merely an emotional attachment to humanity but a practical commitment to social justice, human freedom, equality, peace, tolerance, and the protection of human dignity. Furthermore, the article highlights how these poets transformed literature into an effective instrument of

social change and played a significant role in awakening human consciousness and promoting humanitarian values.

Key Words: *Progressive Writers' Movement, Humanism, Firaq Gorakhpuri, Ali Sardar Jafri, Faiz Ahmed Faiz, Ahmad Nadeem Qasmi, Habib Jalib, Social Justice, Equality, Urdu Poetry.*

انسان دوستی ادب کی ان آفاقی اقدار میں سے ایک ہے جس نے ہر دور میں ادیبوں اور شاعروں کی تخلیقی فکر کو پروان چڑھنے میں مدد دی۔ اردو ادب میں اگرچہ انسان دوستی کی روایت کلاسیکی شعر اسے موجود رہی ہے، تاہم بیسویں صدی میں ترقی پسند تحریک نے اس تصور کو ایک منظم فکری اور سماجی نظریے کی صورت عطا کی۔ اس تحریک نے انسان کو ادب کا مرکز قرار دیتے ہوئے اس کے دکھ، محرومی، استحصال، آزادی، مساوات اور وقار کو شاعری کا بنیادی موضوع بنایا۔ اس کے نتیجے میں اردو شاعری محض حسن و عشق کی روایت تک محدود نہ رہی بلکہ سماجی تبدیلی، طبقاتی شعور اور انسانی حقوق کی ترجمان بن گئی۔ ترقی پسند تحریک کا بنیادی مقصد ایسے معاشرے کی تشکیل تھا جہاں ہر انسان کو مساوی حقوق حاصل ہوں، طبقاتی استحصال کا خاتمہ ہو، امن و انصاف کو فروغ ملے اور انسان اپنی فطری صلاحیتوں کو آزادی کے ساتھ بروئے کار لاسکے۔ اسی وجہ سے اس تحریک کے شعرا نے سرمایہ دارانہ نظام، سامراج، آمریت، مذہبی منافرت، نسلی امتیاز اور معاشرتی ناانصافی کے خلاف بھرپور آواز بلند کی۔ ان کے نزدیک ادب محض جمالیاتی اظہار نہیں بلکہ سماجی اصلاح اور انسانی خدمت کا ایک مؤثر ذریعہ بھی ہے۔ انسان دوستی کے حوالے ترقی پسندوں کے ہاں امن اور عالمی بھائی چارے کی تبلیغ کی گئی دوسری عالمی جنگ کے اثرات کے پیش نظر، ترقی پسند شعراء نے امن اور عالمی بھائی چارے پر زور دیا۔ انہوں نے جنگ کے تباہ کن نتائج پر لکھا اور بین الاقوامی سطح پر انسانی ہمدردی کو فروغ دینے کی کوشش کی۔

اصل مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہمیں سماجی خطوط پر مادی حقائق و خارجی زندگی کو ادبی میلانات کے سلسلے میں فراہم ہوتے ہیں۔ لیکن اصل حقیقت اس سماجی دباؤ کی نوعیت کا بھی جو نہایت غلط اور متعدد پیچیدہ عناصر سے رونما ہوتا ہے۔ حالی نے ادب پر انہیں سماجی اثرات کے سلسلے میں لکھا ہے:

"قاعدہ ہے کہ جس قدر سوسائٹی کے خیالات اس کی رائیں، اس کی عادتیں، اس کی نوعیتیں اس کا میلان اور مذاق بدلتا ہے اسی قدر شعر کی حالت بدلتی رہتی ہے اور یہ تبدیلی بالکل بے ارادہ معلوم ہوتی ہے کیوں کہ سوسائٹی کی حالت کو دیکھ کر شاعر قصداً اپنا رنگ نہیں بدلتا بلکہ سوسائٹی کے ساتھ ساتھ وہ خود بخود بدلتا چلا جاتا ہے شفاف صفا ہائی کی نسبت جو کہا گیا ہے کہ

اس کے علم کو شاعری نے اور اس کی شاعری کو ہجو گوئی نے برباد کیا اس کا منشا وہی سوسائٹی کا
دباؤ تھا اور عبید زاکانی نے جو علم و فضل سے دست بردار ہو کر ہنزل گوئی اختیار کی یہ وہی
زمانے کا اقتضا تھا^(۱)

انسان دوستی ترقی پسند شعرا کے ہاں محض رحم یا ہمدردی کا نام نہیں بلکہ انسان کی آزادی، عزت، خود مختاری اور مساوی
حیثیت کے اعتراف کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں مزدور، کسان، عورت، مظلوم، محکوم اور پسے ہوئے
طبقات بار بار موضوع بنتے ہیں۔ وہ انسان کی بنیادی آزادی کو ہر قسم کی سیاسی، معاشی اور سماجی غلامی سے زیادہ اہم
قرار دیتے ہیں۔

بیسویں صدی کا آغاز دنیا بھر میں سیاسی، معاشی اور سماجی تبدیلیوں کا دور تھا۔ پہلی جنگ عظیم، روسی انقلاب،
نوآبادیاتی نظام، سرمایہ دارانہ استحصال اور صنعتی ترقی نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ انہی حالات میں
ادب نے بھی روایتی موضوعات سے نکل کر انسان اور معاشرے کے حقیقی مسائل کی طرف توجہ دی۔ برصغیر میں
ترقی پسند تحریک اسی عالمی فکری بیداری کا نتیجہ تھی۔ ۱۹۳۶ء میں ترقی پسند مصنفین کی انجمن کے قیام کے بعد اردو
ادب میں ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔ اس تحریک نے ادب کو عوامی زندگی سے جوڑنے، طبقاتی شعور پیدا کرنے اور
انسانی آزادی کی جدوجہد کا ذریعہ بنانے پر زور دیا۔ اس کے منشور میں ظلم و استحصال کے خاتمے، مساوات، جمہوریت،
امن اور انسانی وقار کے قیام کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ ترقی پسند شعرا کے نزدیک شاعر معاشرے کا حساس فرد
ہوتا ہے۔ وہ صرف حسن و عشق کا راوی نہیں بلکہ اپنے عہد کے مسائل کا ترجمان بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے ان کی
شاعری میں مزدور، کسان، غریب، عورت، محکوم قومیں اور آزادی کی جدوجہد بار بار سامنے آتی ہیں۔ ان کا یقین تھا
کہ ادب انسان کو شعور، حوصلہ اور امید عطا کرتا ہے، اس لیے شاعر کا فرض ہے کہ وہ مظلوم انسانوں کی آواز
بنے۔ فکری اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو ترقی پسند تحریک نے انسان کو ہر قسم کی نسلی، مذہبی، لسانی اور طبقاتی تقسیم سے
بلند ہو کر دیکھا۔ ان کے نزدیک انسان کی اصل شناخت اس کی انسانیت ہے، نہ کہ اس کا مذہب، رنگ، نسل یا معاشی
حیثیت۔ اسی تصور نے ترقی پسند شاعری کو آفاقی انسانی اقدار سے ہم آہنگ کیا اور اردو شاعری کو عالمی انسانی ادب کا
حصہ بنادیا۔

ترقی پسند تحریک کے ممتاز شعرا میں فراق گورکھپوری کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اگرچہ ان کی
شاعری میں حسن و عشق، جمالیات اور انسانی جذبات کی لطافت نمایاں ہے، تاہم ان کا شعری شعور محض رومانویت

تک محدود نہیں رہتا بلکہ انسانی دکھ، معاشرتی بے چینی، جنگ کی تباہ کاریوں، غربت، طبقاتی نا انصافی اور انسانی محرومیوں کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فراق کی انسان دوستی محض جذباتی ہمدردی نہیں بلکہ ایک فکری اور تہذیبی رویہ بن کر سامنے آتی ہے۔ فراق کے نزدیک انسان کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ وہ انسان کی داخلی عظمت، اس کی آزادی، اس کے احساس اور اس کی تخلیقی قوت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری میں محبت کا تصور صرف فرد تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانیت تک پھیل جاتا ہے۔ ان کے نزدیک سچا ادب وہی ہے جو انسان کے درد کو محسوس کرے اور اس کے دکھوں کو اپنی آواز عطا کرے۔

فراق کی نظم "جگنو" کو انسان دوستی کی بہترین مثال قرار دیا گیا ہے۔ اس نظم میں ایک ایسے بچے کی داستان بیان کی گئی ہے جو پیدائش کے فوراً بعد ماں کی شفقت سے محروم ہو جاتا ہے اور جنگ، خوف، تنہائی اور محرومی کے ماحول میں پروان چڑھتا ہے۔ شاعر اس ایک فرد کے دکھ کو پوری انسانیت کے اجتماعی کرب میں تبدیل کر دیتا ہے۔

ہمارے شہر میں آتی ہے اب بھی برساتیں
ہمارے شہر پر اب بھی گھٹائیں چھاتی ہیں
ہنوس بھیگی ہوئی ہے سرمئی فضاؤں میں
خطوط نور بناتی ہے جگنو کی صفیں
فضائے تیرہ میں اڑتی ہوئی یہ قدیلیں
گھر میں جان چکا ہوں اسے بڑا ہو کر
کسی کی روح کو جگنو نہیں دکھاتے راہ
کہاں گیا تھا جو بچپن میں مجھ سے جھوٹ تھا۔^(۲)

یہ نظم اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جنگیں صرف سرحدوں کو نہیں بلکہ انسان کی روح کو بھی زخمی کر دیتی ہیں۔ بچپن کی محرومیاں، خوف اور تنہائی انسان کی شخصیت پر ایسے نقوش چھوڑتی ہیں جو پوری زندگی اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ فراق اسی انسانی دکھ کو اپنی شاعری میں زندہ رکھتے ہیں۔ فراق کی شاعری کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ فرد کے دکھ کو اجتماعی شعور میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی ایک انسان کی تکلیف پوری انسانیت کا نقصان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں ذاتی غم بھی اجتماعی احساس میں ڈھل جاتا ہے۔

آئے دن کے کال کارونا

ہر چیز اور ہر بات کارونا

جگ جگ سے دن رات کارونا

بہی رہے گا نہیں رہے گا^(۳)

ان کی نظم "کسانوں کی پکار" اسی اجتماعی احساس کی نمائندہ نظم ہے۔ اس نظم میں شاعر کسان کو صرف ایک پیشہ ور طبقہ نہیں بلکہ پوری انسانی تہذیب کا معمار قرار دیتا ہے۔ کسان کی محنت، اس کا استحصال اور اس کی امیدیں دراصل پورے معاشرے کی تقدیر سے وابستہ ہیں۔ شاعر کو یقین ہے کہ ظلم ہمیشہ باقی نہیں رہتا بلکہ ایک دن محنت کش انسان اپنی جدوجہد کا صلہ ضرور پاتا ہے۔ یہ امید ترقی پسند فکر کا بنیادی اصول ہے۔ ترقی پسند شعر اما یوسی کے بجائے جدوجہد اور تبدیلی پر یقین رکھتے ہیں۔ فراق بھی اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہیں۔ فراق کی نظم "داستان غم" میں جنگ صرف سیاسی واقعہ نہیں بلکہ انسانی المیہ بن کر سامنے آتی ہے۔ شاعر واضح کرتا ہے کہ جنگ میں اگرچہ لاکھوں انسان مارے جاتے ہیں لیکن انسانی ارادہ، امید اور آزادی کی خواہش کبھی ختم نہیں ہوتی۔ شاعر کا یہ یقین کہ "ہم زندہ تھے، ہم زندہ ہیں، ہم زندہ رہیں گے"

انسانی حوصلے، بقا اور اجتماعی مزاحمت کی علامت ہے۔ یہاں انسان دوستی کا تصور محض ہمدردی سے آگے بڑھ کر مزاحمت کی صورت اختیار کرتا ہے۔ فراق ظلم کے سامنے خاموش رہنے کے قائل نہیں بلکہ وہ ظلم کے خاتمے کو انسانی بقا کی شرط سمجھتے ہیں۔ فراق کی شاعری میں کسان، مزدور، غریب اور عام آدمی کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ وہ معاشرے کی ترقی کا اصل معمار انہی طبقات کو قرار دیتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ استحصال اور معاشرتی ناہمواری ان کے نزدیک انسانی تہذیب کے لیے خطرہ ہے۔ اگرچہ فراق کا لہجہ نسبتاً نرم، جمالیاتی اور نفسیاتی ہے، تاہم ان کی شاعری کا بنیادی مقصد انسان کو اس کی اصل عظمت کا احساس دلانا ہے۔ ان کے نزدیک محبت صرف فرد کی نہیں بلکہ پوری انسانیت کی نجات کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ترقی پسند تحریک کے فعال رہنماؤں میں علی سردار جعفری کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ان کی شاعری میں انقلاب، محبت، امن، عالمی اخوت اور انسانی مساوات ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک ہی فکری زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ انہوں نے انسان کو مذہب، قومیت، نسل اور سرحدوں سے بالاتر ہو کر دیکھا اور پوری دنیا کو ایک

انسانی خاندان تصور کیا۔ علی سردار جعفری کے نزدیک ادب کا مقصد محض جمالیاتی لطف پیدا کرنا نہیں بلکہ انسان کو ظلم، استحصال اور نفرت سے نجات دلانا ہے۔ اسی لیے ان کی شاعری میں انسان دوستی ایک فعال سماجی نظریہ بن جاتی ہے۔

ان کی نظم "اودھ کی خاکِ حسین" کو انسان دوستی کی بہترین مثال قرار دیا گیا ہے۔ اس نظم میں شاعر چھوٹے دیہات، محنت کش کسانوں، معصوم بچوں اور سادہ لوگوں کی زندگی کو بڑی محبت سے پیش کرتا ہے۔ وہ ان لوگوں کو تہذیب کے اصل معمار قرار دیتا ہے جن کے ہاتھوں کی محنت سے دنیا آباد ہوتی ہے۔

میرے تصور میں ساتھیوں کا خرام رنگین نہ

جام و مینا کی گردشیں ہیں۔

نہ مے کدے ہیں نہ شورشیں ہیں۔

میں چھوٹے چھوٹے گھروں کی چھوٹی سی

زندگی میں گھیرا ہوا ہوں۔

اندھیرے قصبوں کو یاد کر کے تڑپ رہا ہوں

وہ جن کی گلیوں میں میرے بچپن کی یاد

اب تک بھٹک رہی ہے

جہاں کے بچے پرانے کپڑے کی میلی گڑیوں

سے کھیلتے ہیں

گاؤں جو سینکڑوں برس سے بسے ہوئے ہیں

کسانوں کے جو نہڑوں پر ترکاریوں کی بلیں

چھڑی ہوئی ہے

قرآن پتیل کے جڑ میں پتھر کے دیوتا بے خبر پڑے

تم برگد کے پیڑ اپنی جٹائیں کھولے ہوئے ہیں۔

یہ یہ سیدھے سادھے غریب انسان نیکیوں کے مجسم ہیں

یہ محنتوں کے خدا، کی تخلیق کے پیہر

جو اپنے ہاتھوں کے کھر درے پن سے زندگی کو سنوارتے ہیں۔^(۴)

شاعر کے نزدیک یہی لوگ انسانیت کے حقیقی محافظ ہیں۔ وہ دولت یا اقتدار کے مالک نہیں لیکن اخلاقی عظمت انہی کے حصے میں آتی ہے۔ علی سردار جعفری کی شاعری کا سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ قومی سرحدوں کو انسانیت سے بڑا نہیں سمجھتے۔ تقسیم ہند کے بعد پیدا ہونے والی نفرت، ہجرت اور خونریزی نے ان کی شاعری کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ ان کی نظم "صبح فروا" اسی انسانی المیے کی ترجمانی کرتی ہے جہاں سرحد انسانوں کو جدا کرنے والی دیوار بن جاتی ہے۔ شاعر ان سرحدوں کو نفرت کی علامت نہیں بلکہ امن اور محبت کے پل میں تبدیل دیکھنا چاہتا ہے۔ ان کی نظم سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں۔

اسی سرحد پے کل ڈوبا تھا سورج ہو کے دو ٹکڑے
اسی سرحد پے کل زخمی ہوئی تھی صبح آزادی
یہ خون کی اشکوں کی اہوں کی شراروں کی
جہاں ہوئی تھی نفرت اور تلواریں اگائی تھیں
یہاں محبوب آنکھوں کے ستارے تلملے تھے
یہاں معشوق چہرے انسوؤں میں جھلملے تھے
یہاں بیٹوں سے ماں، پیاری بہن بھائی سے بچھڑ
یہ سرحد لہو پیتی ہے شعلے اگاتی ہیں
ہمارے خاک کے سینے پہ ناگن بن کے چلتی ہے
سجا کر جنگ کے ہتھیار معدہ میں نکلتی ہے
میں اس سرحد پہ کب سے منتظر ہوں صبح فردا کا۔^(۵)

یہ تصور ترقی پسند تحریک کے بنیادی نظریے یعنی عالمی انسان دوستی کا عملی اظہار ہے۔ علی سردار جعفری کی نظم "مشرق و مغرب" انسانی وحدت کی خوبصورت مثال ہے۔ شاعر کے نزدیک مشرق اور مغرب کے درمیان فرق مصنوعی ہے کیونکہ انسانی جذبات، خواب، محبت اور امید ہر جگہ ایک جیسی ہیں۔ یہ فکر عالمی انسان دوستی کی اعلیٰ ترین صورت ہے جہاں انسان کی شناخت اس کی قومیت نہیں بلکہ اس کی انسانیت قرار پاتی ہے اسی وجہ سے ان کی

شاعری ترقی پسند تحریک کی فکری نمائندہ شاعری سمجھی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک دنیا کی اصل تقسیم امیر و غریب یا مشرق و مغرب نہیں بلکہ ظلم اور انصاف کے درمیان ہے، اور شاعر کا فرض انصاف کا ساتھ دینا ہے۔ ترقی پسند تحریک کی فکری روایت کو اگر کسی شاعر نے بین الاقوامی سطح پر سب سے زیادہ وقار بخشا تو وہ فیض احمد فیض ہیں۔ اسی روایت کو احمد ندیم قاسمی نے دیہی معاشرے، کسان اور مزدور کی زندگی سے جوڑا جبکہ حبیب جالب نے اسے آمریت، سیاسی جبر اور عوامی حقوق کی جدوجہد میں عملی صورت عطا کی۔ ان تینوں شعرا کی شاعری میں انسان دوستی محض ایک اخلاقی قدر نہیں بلکہ ظلم کے خلاف مزاحمت، انسانی آزادی، مساوات اور انصاف کا منشور ہے۔

ان گنت صدیوں کے تاریک پیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کجاب میں بنوائے ہوئے
جا بجا بکتے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے^(۶)

فیض احمد فیض ترقی پسند تحریک کے سب سے توانا اور عالمی سطح پر معروف شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں محبت اور انقلاب ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل ہیں۔ ان کے نزدیک انسان سے محبت ہی معاشرتی انقلاب کی اصل بنیاد ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں رومان، سیاست، مزاحمت اور انسان دوستی ایک ہی فکری دھارے میں بہتے نظر آتے ہیں۔ فیض کی شاعری میں انسان دوستی کا تصور کسی مخصوص قوم، مذہب یا طبقے تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانیت کو محیط ہے۔ وہ ظلم، جبر، آمریت، سرمایہ دارانہ استحصال، نوآبادیاتی قوتوں اور طبقاتی ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جہاں ہر انسان آزادی، مساوات اور عزت نفس کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ اس حوالے سے وہ اپنی نظم میں یوں لکھتے ہیں۔

ہم دیکھیں گے
لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے
وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے
جو لوحِ ازل میں لکھا ہے
جب ظلم و ستم کے کوہِ گراں
روئی کی طرح اڑ جائیں گے

ہم اہل صفامر دودِ حرم

مسند پہ بٹھائے جلیس گے^(۷)

فیض کی شاعری کو ترقی پسند تحریک کا سب سے مؤثر اظہار قرار دیا گیا ہے۔ فیض کے نزدیک انسانی حقوق، آزادی اور مساوات انسان دوستی کے بنیادی ستون ہیں۔ فیض کی نظم "ہم دیکھیں گے" ترقی پسند فکر کی علامت بن چکی ہے۔ اس نظم میں شاعر ظلم کے خاتمے اور مظلوم انسان کی کامیابی پر یقین رکھتا ہے۔ اس نظم کا مرکزی خیال یہی ہے کہ جبر ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتا اور ایک دن انصاف ضرور قائم ہوگا۔ فیض کی یہ امید دراصل انسان دوستی کا عملی اظہار ہے کیونکہ وہ انسان کی اجتماعی قوت پر مکمل اعتماد رکھتے ہیں انسانی آزادی اور عزت نفس کی بہترین ترجمان ہے۔ شاعر وطن سے محبت ضرور کرتا ہے لیکن ایسی وطن پرستی قبول نہیں کرتا جہاں انسان کو سر جھکا کر زندگی گزارنی پڑے۔ اس تصور میں انسان وطن سے بھی مقدم ہے کیونکہ وطن کی اصل شناخت اس کے انسان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فیض کی انسان دوستی جذباتی نہیں بلکہ ایک سیاسی اور سماجی شعور کی صورت اختیار کر لیتی ہے فیض کی شاعری میں فلسطین، افریقہ، ایشیا اور دنیا بھر کے محکوم انسانوں کا درد یکساں شدت سے محسوس ہوتا ہے۔ ان کی فکر سرحدوں کی پابند نہیں۔ یہی آفاقیت انہیں ترقی پسند تحریک کا سب سے بڑا انسان دوست شاعر بناتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی ترقی پسند تحریک کے ان شعرا میں شامل ہیں جنہوں نے انسان دوستی کو دیہی زندگی، کسان، مزدور اور عام انسان کی روزمرہ زندگی سے جوڑا۔ ان کی شاعری میں انقلاب کا شور نسبتاً کم اور انسانی ہمدردی، اخلاقی احساس اور معاشرتی انصاف کا جذبہ زیادہ نمایاں ہے۔ احمد ندیم قاسمی روسی انقلاب اور ترقی پسند منشور سے متاثر تھے، لیکن انہوں نے اس نظریے کو مقامی معاشرتی زندگی کے تناظر میں پیش کیا۔ احمد ندیم قاسمی کی نظم "محرومی" طبقاتی استحصال کے خلاف احتجاج ہے۔ اس نظم میں زمیندار کی عیش پرستی اور کسان کی محرومی کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ شاعر واضح کرتا ہے کہ سماجی انصاف کے بغیر انسانی ترقی ممکن نہیں۔

ہے رقص طوائف کا زمیندار کے گھر میں

پردیس سے آئے ہیں کئی یار پرانے

وہ چند غریبوں کو گریباں سے پکڑ کر

بھیجا ہے زمیندار نے بیگار پہ تھانے^(۸)

ان کے نزدیک معاشرے کی اصل طاقت وہ مزدور اور کسان ہیں جو اپنی محنت سے پوری تہذیب کو زندہ رکھتے ہیں، مگر خود بنیادی سہولتوں سے محروم رہتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے صنعتی نظام، سرمایہ داری اور بڑھتی ہوئی معاشی ناہمواری پر بھی تنقید کی ہے۔ ان کے نزدیک جب انسان محض مشین کا پرزہ بن جائے تو انسان دوستی ختم ہونے لگتی ہے۔ یہ فکر ان کی شاعری کو صرف طبقاتی جدوجہد تک محدود نہیں رکھتی بلکہ انسانی وقار کے وسیع تصور سے جوڑ دیتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کی شاعری میں محبت، قربانی، ایثار اور انسانی رشتوں کا احترام بھی نمایاں ہے۔ وہ نفرت کے بجائے محبت کے ذریعے معاشرتی تبدیلی کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک انقلاب صرف نظام بدلنے کا نام نہیں بلکہ انسان کے اندر اخلاقی شعور بیدار کرنے کا بھی نام ہے۔

ترقی پسند تحریک کے آخری دور میں اگر کسی شاعر نے انسان دوستی کو عملی جدوجہد کی شکل دی تو وہ حبیب جالب تھے۔ ان کی شاعری عوامی مزاحمت کی آواز ہے۔ انہوں نے آمریت، جبر، سرمایہ داری، جاگیر داری اور سیاسی استحصال کے خلاف پوری زندگی قلمی جدوجہد کی۔ جالب کا اصل مقصد ایسا معاشرہ قائم کرنا تھا جہاں انسان آزاد، باوقار اور مساوی حیثیت کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ جالب کی نظم "دستور" محض ایک سیاسی نظم نہیں بلکہ انسانی آزادی کا منشور ہے۔ شاعر ایسے نظام کو مسترد کرتا ہے جو عوام سے آزادی چھین لے اور انسان کو محکوم بنا دے۔ انسان دوست شاعر جالب نے ملک میں جمہوریت جمہوریت آزادی خوشحالی اور اور ظلم و ستم سے نجات دلانے کے خواب دیکھے تھے ان کے خوابوں کا وہ چمن ایک دم خزاں رسیدہ ہو گیا اور انہوں نے اس دستور کے خلاف آواز بلند کی جس میں انسانیت سوز اور مظالم کے خلاف آواز بلند تھا ان کی نظم دستور کے اشعار دیکھتے ہیں۔

تم نے لوٹا ہے صدیوں ہمارا سکون

اب نہ ہم پر چلے گا تمہارا فسوں

چارہ گر میں تمہیں کس طرح سے کہوں

تم نہیں چارہ گر، کوئی مانے مگر

میں نہیں مانتا میں نہیں مانتا۔^(۹)

یہ احتجاج دراصل انسان دوستی کی عملی صورت ہے کیونکہ شاعر اقتدار کے بجائے انسان کی آزادی کو اہم سمجھتا ہے۔ حبیب جالب کی شاعری میں عوام ہی اصل طاقت ہیں۔ وہ غریب، مزدور، کسان اور محکوم طبقات کو اپنی شاعری کا مرکز بناتے ہیں۔ ان کے نزدیک ادب کا اصل مقصد عوام کو شعور دینا ہے۔ نظم "اجرائے مساوات" میں

جالب واضح کرتے ہیں کہ جب تک طبقاتی تفریق باقی رہے گی، حقیقی انسان دوستی ممکن نہیں۔ ان کے نزدیک مساوات صرف معاشی نہیں بلکہ سیاسی، سماجی اور اخلاقی بھی ہونی چاہیے۔ حبیب جالب صرف پاکستان کے مظلوم عوام کے شاعر نہیں بلکہ پوری دنیا کے محکوم انسانوں کے ترجمان ہیں۔ جہاں کہیں بھی ظلم، جبر اور نا انصافی ہوتی ہے، ان کی شاعری وہاں احتجاج کی آواز بن جاتی ہے۔

ترقی پسند تحریک کے تمام نمایاں شعرا کی شاعری کا بنیادی مرکز انسان ہے۔ اگرچہ ہر شاعر کا اسلوب، شعری لہجہ اور اظہار کا انداز ایک دوسرے سے مختلف ہے، تاہم ان سب کی فکری منزل ایک ہی ہے، یعنی ایسے معاشرے کا قیام جہاں انسان آزادی، مساوات، انصاف، محبت اور احترام کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ آپ کے فراہم کردہ متن سے واضح ہوتا ہے کہ فراق، علی سردار جعفری، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی اور حبیب جالب نے مختلف زاویوں سے انسان دوستی کو اپنی شاعری کا بنیادی موضوع بنایا ہے۔ ترقی پسند شعرا کے نزدیک انسان دوستی محض رحم، شفقت یا ہمدردی کا جذبہ نہیں بلکہ ایک مکمل سماجی، اخلاقی اور انقلابی نظریہ ہے۔ اس نظریے کے تحت ہر انسان مساوی احترام کا مستحق ہے اور اس کے بنیادی حقوق کا تحفظ ریاست اور معاشرے دونوں کی ذمہ داری ہے۔

ترقی پسند تحریک اردو ادب کی ان عظیم تحریکوں میں شمار ہوتی ہے جنہوں نے انسان کو ادب کا اصل مرکز بنایا۔ اس تحریک کے شعرا نے اپنی شاعری کے ذریعے ایسے معاشرے کا خواب پیش کیا جہاں ہر انسان آزادی، مساوات، انصاف، محبت اور امن کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ ان کے نزدیک ادب کا مقصد محض حسن بیان یا جذبات کی عکاسی نہیں بلکہ انسان کی فکری، اخلاقی اور سماجی تربیت بھی ہے۔ فراق گورکھپوری نے انسانی احساسات اور محبت کو انسان دوستی کی بنیاد بنایا، علی سردار جعفری نے عالمی اخوت اور امن کا تصور پیش کیا، فیض احمد فیض نے آزادی اور مزاحمت کو انسانی وقار کی علامت قرار دیا، احمد ندیم قاسمی نے دیہی معاشرے اور محنت کش طبقے کی محرومیوں کو اجاگر کیا جبکہ حبیب جالب نے ظلم، آمریت اور استحصالی نظام کے خلاف آواز بلند کر کے انسان دوستی کو عملی جدوجہد میں تبدیل کیا۔

مجموعی طور پر ترقی پسند تحریک نے اردو شاعری کو ایک نئی فکری سمت عطا کی جس میں انسان کو ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر دیکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی پسند شاعری آج بھی انسانی آزادی، مساوات، انصاف اور امن کی علامت سمجھی جاتی ہے اور عصر حاضر کے سماجی و تہذیبی مباحث میں اپنی معنویت برقرار رکھے ہوئے ہے ترقی پسند تحریک اردو ادب کی تاریخ میں ایک ایسی ہمہ گیر ادبی اور فکری تحریک کے طور پر سامنے آتی ہے جس نے ادب کو

محض جمالیاتی اظہار یا انفرادی جذبات کی تربہائی تک محدود رکھنے کے بجائے اسے انسانی زندگی، سماجی شعور، انصاف، آزادی اور مساوات سے وابستہ کیا۔ اس تحریک نے انسان کو ادب کا محور قرار دیتے ہوئے اس کے دکھ، محرومی، استحصال، امید اور جدوجہد کو اپنی تخلیقات کا بنیادی موضوع بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی پسند شعر کی شاعری اپنے عہد کی سیاسی، سماجی اور معاشی صورت حال کی عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے آفاقی اصولوں کی تربہائی بن گئی۔ اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ ترقی پسند تحریک کے شعرا کے نزدیک انسان دوستی محض ایک اخلاقی یا جذباتی قدر نہیں بلکہ ایک فعال سماجی اور فکری نظریہ ہے، جس کا مقصد ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جہاں ہر فرد کو آزادی، مساوات، عزت نفس اور بنیادی انسانی حقوق حاصل ہوں۔

زیر مطالعہ شعر کی شاعری کا تجزیہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ اگرچہ ان کے اسلوب، موضوعات اور اظہار کے انداز میں تنوع پایا جاتا ہے، لیکن ان کی فکری بنیاد ایک ہی ہے، یعنی انسان کی عظمت اور اس کے وقار کا تحفظ۔ فراق گورکھپوری نے محبت، حسن، انسانی جذبات اور نفسیاتی کیفیات کے ذریعے انسان دوستی کو ایک جمالیاتی اور تہذیبی شعور عطا کیا۔ ان کی شاعری انسان کے باطنی احساسات کو اس انداز سے پیش کرتی ہے کہ فرد کا دکھ پوری انسانیت کے اجتماعی کرب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک محبت وہ قوت ہے جو انسان کو نفرت، تعصب اور تشدد سے نجات دلا سکتی ہے، اس لیے ان کی شاعری انسان دوستی کی ایک نرم، لطیف اور گہری صورت پیش کرتی ہے۔

علی سردار جعفری نے انسان دوستی کے تصور کو قومی حدود سے بلند کر کے عالمی اخوت، امن اور بین الاقوامی ہم آہنگی کے تناظر میں پیش کیا۔ ان کے ہاں انسان مذہب، نسل، زبان اور جغرافیائی سرحدوں سے بالاتر ایک ایسی مشترکہ شناخت رکھتا ہے جو پوری انسانیت کو ایک وحدت میں پرو دیتی ہے۔ وہ جنگ، نفرت، استحصال نظام اور طبقاتی تقسیم کو انسانی تہذیب کے لیے نقصان دہ قرار دیتے ہیں اور اپنی شاعری کے ذریعے محبت، امن اور بھائی چارے کا پیغام دیتے ہیں۔ ان کی شاعری یہ باور کراتی ہے کہ انسان کی اصل پہچان اس کی انسانیت ہے، نہ کہ اس کا مذہب یا قومیت۔ اسی طرح فیض احمد فیض کی شاعری میں انسان دوستی آزادی، مزاحمت اور سماجی انصاف کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ فیض کے نزدیک محبت اور انقلاب ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک ہی انسانی شعور کے دو پہلو ہیں۔ ان کی شاعری ظلم، آمریت، سامراج اور استحصالی قوتوں کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مظلوم انسان کو امید، حوصلہ اور جدوجہد کا پیغام دیتی ہے۔ انہوں نے انسانی وقار، آزادی اور مساوات کو اپنی شاعری کا بنیادی مقصد

بنایا اور ثابت کیا کہ ادب معاشرتی شعور کی بیداری اور انسانی حقوق کے تحفظ میں مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فیض کی شاعری آج بھی دنیا بھر میں آزادی، امن اور انسان دوستی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

اسی طرح احمد ندیم قاسمی نے انسان دوستی کو دیہی زندگی، کسان، مزدور اور عام انسان کی معاشرتی زندگی سے وابستہ کیا۔ ان کی شاعری میں انسان کا دکھ، محنت کی عظمت، اخلاقی اقدار، محبت، برداشت اور معاشرتی انصاف نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے ثابت کیا کہ حقیقی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب معاشرے کے کمزور اور محروم طبقات کو بھی مساوی مواقع اور عزت نفس حاصل ہو۔ ان کے ہاں انسان دوستی محض نظریاتی نہیں بلکہ عملی اور اخلاقی رویہ ہے، جو محبت، ایثار اور خدمتِ خلق کے جذبے سے عبارت ہے۔ حبیب جالب کی شاعری ترقی پسند تحریک کی مزاحمتی روایت کا سب سے توانا اظہار ہے۔ انہوں نے آمریت، سیاسی جبر، سرمایہ دارانہ استحصال، طبقاتی ناانصافی اور عوامی حقوق کی پامالی کے خلاف بے باک انداز میں آواز بلند کی۔ ان کے نزدیک انسان دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ ظلم کے خلاف خاموشی اختیار نہ کی جائے بلکہ حق اور انصاف کے لیے ہر سطح پر جدوجہد کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری عوامی شعور، جمہوری اقدار اور انسانی آزادی کی مؤثر ترجمان بن کر سامنے آتی ہے۔ ان کا شعری سرمایہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ ادب معاشرتی تبدیلی کا ایک مؤثر ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔

اس تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ترقی پسند تحریک نے اردو شاعری میں انسان دوستی کے تصور کو ایک نئی وسعت، گہرائی اور فکری جہت عطا کی۔ اس تحریک نے انسان کو ہر قسم کے مذہبی، نسلی، لسانی اور طبقاتی تعصبات سے بالاتر ہو کر دیکھا اور اس کے بنیادی حقوق، آزادی اور وقار کو ادب کا بنیادی موضوع بنایا۔ ترقی پسند شعرا نے اپنے فن کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ شاعری صرف جذبات کا اظہار نہیں بلکہ معاشرے کی فکری تعمیر، ظلم کے خلاف احتجاج اور انسانی شعور کی بیداری کا مؤثر وسیلہ بھی ہے۔ ان کی شاعری آج بھی دنیا میں امن، رواداری، انصاف، مساوات اور انسانی اخوت جیسے آفاقی تصورات کی نمائندگی کرتی ہے۔ عصر حاضر میں جب دنیا مختلف سماجی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی بحرانوں سے دوچار ہے، ترقی پسند شعرا کا انسان دوست پیغام پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ انتہا پسندی، جنگ، عدم برداشت، معاشی ناہمواری اور انسانی حقوق کی پامالی جیسے مسائل اس امر کے متقاضی ہیں کہ ترقی پسند ادب میں موجود انسان دوستی، سماجی انصاف اور عالمی اخوت کے تصورات کو نئے تناظر میں سمجھا اور فروغ دیا جائے۔ یہی اس تحریک کی اصل معنویت اور اس تحقیق کا بنیادی حاصل ہے کہ ترقی پسند

شاعری نہ صرف اپنے عہد کی نمائندہ آواز تھی بلکہ آج بھی انسانی وقار، آزادی، انصاف اور محبت پر مبنی بہتر معاشرے کی تشکیل کے لیے ایک مؤثر فکری رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ مقدمہ شعر و شاعری، خواجہ الطاف حسین حالی، سنگ میل پبلشرز ۱۹۵۰ء ص ۱۲۲
- ۲۔ گھوکپوری، فراق، "کلیات"، ادب پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۲۳۶
- ۳۔ گھوکپوری، فراق، "کلیات"، ادب پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۳۳۶
- ۴۔ جعفری، علی سردار، "کلیات"، حصہ دوم، ادب پبلی کیشنز ۱۹۸۰ء ص ۹۰
- ۵۔ جعفری، علی سردار، "کلیات"، حصہ دوم، ادب پبلی کیشنز ۱۹۸۰ء ص ۳۵۳
- ۶۔ فیض، احمد فیض، "کلیات نسخہ ہائے وفا"، "نقش فریادی"، ادب پبلی کیشنز ۱۹۵۸ء ص ۵۳
- ۷۔ فیض، احمد فیض، "کلیات نسخہ ہائے وفا"، "نقش فریادی"، ادب پبلی کیشنز ۱۹۵۸ء ص ۱۳۰
- ۸۔ قاسمی، احمد ندیم، مجموعہ، "رم جہم"، ادب پبلی کیشنز ۱۹۵۸ء ص ۱۳۲
- ۹۔ جالب، محمد حسن، "کلیات"، ناشر ادب پبلی کیشنز ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۳۱